عمل کرنے کا حق اور اختیار ملتا ہے اور ہم اسے استعمال نہیں کرتے تو اس میں حکومت کا کوئی قصور نہیں بلکہ ایسے معاملات میں شریعت پر عمل نہ کرنے میں ہم مجرم ہوں گے اس لیے آپ حضرات سے میری درخواست ہے کہ اس پہلو پر ضرور سوچیں اور اگر اسے اجتماعی طور پر عملی شکل دی جا سکتی ہو تو اس میں سستی اور کوتاہی سے کام نہ لیں پھر اسی میں ایک پہلو یہ بھی ہے کہ وہ عناصر جو امریکی معاشرہ سے مرعوب ہو کر نفاذِ اسلام میں رکاوٹیں ڈال رہے ہیں ان کے سامنے جب یہ ضرورت آئے گی کہ خود امریکی معاشرہ میں مسلمان بہت سے معاملات میں اسلامی احکام و قوانین پر عمل کر رہے ہیں اور کچھ شعبوں میں یہاں اسلام عملاً نافذ ہے تو شاید انہیں بھی کچھ عقل آجائے اور وہ امریکی معاشرہ کی تقلید کے شوق میں ہی اسلامی احکام و قوانین کے نفاذ کی طرف پیش رفت پر آمادہ ہو جائیں۔

بہر حال میں نے مسلم ممالک میں نفاذِ شریعت کی تحریکات کے ساتھ مغربی ممالک میں رہنے والے مسلمانوں کی عملی وابستگی کی تین صورتیں عرض کی ہیں۔

- ۱۔ آپ حضرات ان تحریکات کی زیادہ سے زیادہ مالی امداد کریں۔
- ۲۔ مغربی ممالک میں اسلام کے خلاف کام کرنے والی منظم لابیوں کے منظم مقابلہ کا اہتمام کریں۔
- ۳۔ اس معاشرہ میں آپ کو جن شرعی قوانین پر عمل کرنے کا حق حاصل ہے ان کے نفاذ اور عملدرآمد کی کوئی عملی صورت ضرور نکالیں۔

اللہ رب العزت مجھے اور آپ سب کو شریعت اسلامیہ کی بالادستی اور نفاذ کی جدوجہد میں زیادہ سے زیادہ محنت کرنے کی توفیق دیں اور عالمِ اسلام کو شریعت کے نفاذ کی منزل سے جلد ہمکنار فرمائیں آمین۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ تعالیٰ علی رسولہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔

ازواج مطہرات کی اعزازی حیثیت

کے بارے میں جناب ڈاکٹر محمد حمید اللہ (مقیم پیرس) کے نئے انکشاف کے جواب میں آزاد کشمیر، ضلع میرپور کے مفتی مولانا قاضی محمد رویس خان ایوبی کے قلم سے تفصیلی و تحقیقی مقالہ آئندہ شمارہ میں ملاحظہ فرمائیں (ادارہ)

بسلسلہ قصاص و دیت آرڈیننس

تحریر:۔ قاضی محمد رویس خان ایوبی
ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل بی۔ ایل۔ ایل ایم (سعودی عرب)

رحم کی اپیل کی شرعی حیثیت

قرآن کریم میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور نمرود کا باہمی مناظرہ بیان کیا گیا ہے حضرت ابراہیمؑ نے جب نمرود کو دعوتِ اسلام دی اور ایک خدا کی ربوبیّت کی طرف بلایا، تو وہ کہنے لگا کہ اے ابراہیمؑ تمہارا رب کون ہے؟ ابراہیمؑ نے فرمایا "ربی الذی یحیی ویمیت" "میرا رب وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے"، نمرود نے کہا انا اُحیی وَاُمیت میں بھی زندہ کرتا ہوں اور مارتا ہوں۔ (۱)

قرآن کریم نے نمرود کے اس موت و حیات کی ملکیت کے دعوے کا سبب یہ بتایا ہے کہ وہ ملک کا سربراہ تھا۔ "ان آتاہ اللہ الملک"، کہ اللہ نے اسے اقتدار دے دیا تو وہ اقتدار کو خدائی امانت سمجھ کر استعمال کرنے کی بجائے خود رب بن بیٹھا۔ مفسّرین لکھتے ہیں کہ اس کا یہ کہنا کہ میں زندہ کرتا ہوں اور مارتا ہوں۔ اس بنا پر تھا کہ قیدیوں میں سے جسے چاہتا سزائے موت دے دیتا اور جسے چاہتا رہا کر دیتا (۲)

گویا سزائے موت میں معافی کا اختیار اُس نے اپنے پاس رکھا ہوا تھا جسے وہ اپنی جعلی ربوبیّت کے لیے بطور دلیل پیش کرتا تھا۔ دراصل خدا کے منکر حکمرانوں نے اپنے اقتدار کو طول دینے کے لیے لوگوں پر اپنے سطوت و جبروت کی دھاک بٹھانے کے لیے سزائے موت میں معافی کے حقوق اپنے نام از خود الاٹ کر لیے۔ اسطرح وہ غیر مہذّب دور میں اپنے آپ کو مسند ربوبیّت پر بٹھاتے رہے۔ اور جب نام نہاد جمہوریت اور انقلاب فرانس کے بعد پورے عالم میں تغیرات کی ایک لہر دوڑی تو اس مہذّب دنیا نے بھی قاتلوں، چوروں، ڈاکوؤں کو اپنے مفادات کے تحفظ کے لیے اور سودے بازیوں کے لیے، بادشاہوں صدورِ مملکت اور چانسلروں کو موت و حیات کے اختیارات سونپ کر اس جدید دور میں عہد نمرود کی یاد تازہ کر دی، اور یوں عدالتوں سے سزا یافتہ مجرم رحم کی اپیل کے ذریعے گلو خلاصی کروا کر عدالتی فیصلوں کا منہ چڑاتے جیل کی دیواروں اور پھانسی

کے پھندے سے نکل آتے ہیں۔ اور پھر مقتولین کے ورثاء پر از سر نو ظلم وستم کا بازار گرم کرتے ہیں۔

اپنی جعلی ربوبیت کا ڈنکا بجانے کے لیے اس وقت دنیا کے تمام ممالک میں سعودی عرب کے سوا صدر مملکت، بادشاہ کو تمام عدالتی فیصلوں یا فیصلوں کے کسی جزو کو معطل یا کلیۃً ختم کرنے کا اختیار ہے۔ یہ ہے وہ تصادم جو اسلام اور موجودہ جمہوری نظام کے درمیان برپا ہے۔ اسلام عدالتی فیصلوں میں ہر قسم کی مداخلت کے خلاف ہے۔ اسلام کی نظر میں صدر مملکت اور وزیر اعظم، اسپیکر، اور دیگر کوئی بھی عہدیدار عدالت سے بالا نہیں اور عدالت میں پیش ہونے اور جوابدہی کے لیے حاضری کے سلسلہ میں ان عہدیداروں کو کوئی امتیاز حاصل نہیں۔ جبکہ وضعی قوانین میں صدر مملکت کو قطعی طور پر خلافِ اسلام و خلافِ شریعت مطہرہ ایسے امتیازات دیئے گئے ہیں جن کی اسلام اجازت نہیں دیتا۔ بدقسمتی سے تمام اسلامی ممالک اسی پر عمل پیرا ہیں، صدر کو تمام یا کسی بھی جرم میں مجرم کو کلی یا جزوی معافی کا اختیار حاصل ہے(۳)

۱۔ صدر جمہوریہ کو سزائے موت کو عمر قید میں تبدیل کرنے یا معاف کرنے کا اختیار حاصل ہے(۴)

۲۔ صدر جمہوریہ کسی بھی سزا میں تخفیف یا تبدیلی کر سکتے ہیں اور معافی بھی دے سکتے ہیں(۵)

۳۔ امیر کویت سزا میں تغیر، معافی کر سکتے ہیں(۶)

۴۔ امیر جس مجرم کو جب چاہے معاف کر سکتے ہیں(۷)

(۵) THE PRESIDENT HAVE POWER TO GRANT PARDOH REPRIEVE AND RESPITE AND TO REMOT SUSPEND OR COMMUTE ANY SENTENCE PASSED BY ANY COURT.(۸)

اس کے برعکس شریعت اسلامیہ نے حدود و قصاص میں سربراہِ مملکت تو کجا انبیاء کو بھی معافی کا اختیار نہیں دیا۔ احادیث سے یہ بات بخوبی عیاں ہوتی ہے کہ خود سردارِ دو جہاں آقائے کائنات، مولائے کل ختم الرسل حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی نے حدود اللہ میں کسی مجرم کو معافی نہیں دی۔ اور حقوق العباد جیسے قذف و قصاص کہ جن میں حق العبد (بندے کا حق) غالب ہے۔ ایسے جرائم میں معافی دینے کا اختیار صاحب حق یا اُس کے ورثاء کو دیا گیا ہے۔ اگرچہ قذف میں معافی کے بارے علماء کا اختلاف ہے۔

تاہم قصاص کے بارے قرآن کریم کی نصوص صریحہ اسبات پر دال ہیں کہ قصاص میں سزائے موت

کی معافی کا اختیار صرف اور صرف مقتول کو ہے (۹) جبکہ حالت نزع میں معافی کا بیان قاضی کے سامنے ریکارڈ کروائے۔ یا اس امر پہ گواہ پیش ہو جائیں کہ مقتول نے اپنے قاتل کو فی سبیل اللہ معاف کر دیا تھا۔ اور قصاص سے دستبردار ہو گیا تھا۔ دوسرے نمبر پہ مقتول کے وارثوں کو یہ حق حاصل ہے۔ کہ وہ یا تو بالکل معاف کر دیں یا صلح کر لیں۔ اور دیت لے لیں۔

۱۔ قرآن کریم ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

(۱) یاایھا الذین امنوا کتب علیکم القصاص فی القتلیٰ، الحرّ بالحرّ والعبد بالعبد والانثیٰ بالانثیٰ فمن عفی لہ من اخیہ شیٔ فاتباع بالمعروف واداء الیہ باحسان ذلک تخفیف من ربکم ورحمۃ (۱۰)

(۲) ارشاد فرمایا۔ ولکم فی القصاص حیوٰۃ یااولی الالباب لعلکم تتقون (۱۱)

(۳) فرمایا۔ ومن قتل مظلوماً فقد جعلنا لولیّہ سلطانا (۱۲)

آیت نمبر ا میں فرمایا گیا "فمن عفی لہ من اخیہ شیٔ"، اگر مقتول کا وارث اپنے بھائی کو معاف کر دے لفظ "اخیہ"، سے لطیف اشارہ ہے اس امر کی طرف کہ معافی کا اختیار مقتول کے وارثوں کو ہے نیز قاتل نے اگرچہ مقتول اور اس کے اہل خانہ کے ساتھ زیادتی کی ہے مگر بایں ہمہ وہ انسانیت میں مقتول کا بھائی ہے۔ اگر تم غصہ اور انتقام کو پی جاؤ تو نہایت اچھی بات ہے۔ اور قاتل کو چاہیئے کہ وہ حسن ادا کا مظاہرہ کرتے ہوئے خون بہا دے (۱۳)

آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ معافی کا اختیار سوائے وارثوں کے اور کسی کو نہیں (۱۴)

دوسری آیت میں ارشاد فرمایا کہ قصاص دراصل معاشرے کے لیے رگ حیات ہے اور مجرم کو سزا نہ دی گئی تو اُس کے حوصلے بلند ہوں گے۔ اور وہ پورے معاشرے کے امن کو تہہ وبالا کر کے رکھ دے گا۔ لیکن اگر قاتل کو قصاصاً قتل کر دیا گیا تو دوسرے لوگ عبرت حاصل کریں گے۔ اور پورا اسلامی معاشرہ امن وامان کی دولت سے مالا مال ہو کر شاہراہِ حیات پر گامزن ہوگا۔ جسے قرآن نے "ولکم فی القصاص حیاۃ"، کہہ کر پکارا ہے۔

سزائے موت منسوخ کرنے والے ممالک آج اس کا خمیازہ بھگت رہے ہیں اور وہ جس افراتفری کا شکار ہیں اس کا اندازہ امریکہ اور فرانس کے اندر واقع جیلوں سے لگایا جاسکتا ہے۔

تیسری آیت میں ارشاد فرمایا "جعلنا لولیہ"، مقتول کے وارث کو مطالبۂ قصاص کا اختیار دیا گیا ہے۔ کسی اور کو نہیں (۱۵)

اس سے اسلامی قانون کا یہ اصول نکلتا ہے کہ قتل کا مقدمہ حکومت کا مقدمہ نہیں بلکہ اولیائے مقتول ہی اصل مدعی ہیں۔ وہی قاتل کو معاف کر سکتے ہیں اور قصاص کی بجائے خون بہا لینے پر راضی ہو سکتے ہیں (۱۶)

۲- احادیث نبویہ علی صاحبہا الف الف سلام

(۱) من قتل لہ قتیل فھو بخیر النظرین اما ان یقتل واما ان یودی۔

"جس کا کوئی عزیز قتل ہو جائے اسے دو چیزوں سے ایک کا اختیار ہے یا قصاص لے یا دیت"۔

حنفیہ کا موقف ہے کہ قتل عمد میں صرف قصاص ہے۔ یا مطلقاً معافی یا صلح، دیت نہیں ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "العمد قود"، کہ قتل عمد کا بدلہ قصاص ہی ہے

(۲) حضرت عروہؓ سے روایت ہے کہ۔

"ان قریشًا اھمتھم المرأۃ المخزومیۃ التی سرقت فقالوا من یعلم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ومن یجترئی علیہ الا اسامۃ حب النبی صلی اللہ علیہ وسلم فعلم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، فقال أتشفع فی حدٍ من حدود اللہ ؟ ثم قام فخطب، فقال ایھا الناس انما ھلك من كان قبلکم انھم کانوا اذا سرق الشریف ترکوہ، واذا سرق الضعیف فیھم اقاموا علیہ الحد، وایم اللہ لو انّ فاطمۃ بنت محمد سرقت لقطعت یدھا (۱۷)

ترجمہ:۔ حضرت عروہؓ فرماتے ہیں کہ قریش کو مخزومیہ جس نے چوری کی تھی کے معاملہ میں سخت پریشانی لاحق ہوئی اور کہنے لگے کہ کون ایسا ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی سفارش کرے ایسی جرأت تو اُسامہ حبیبِ رسولؐ کے سوا اور کون کر سکتا ہے۔ چنانچہ اُسامہؓ نے اس خاتون کی سفارش کر دی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم خدا کی حدود میں سے ایک حد میں سفارش کرتے ہو۔ پھر آپؐ نے قیام فرمایا اور خطبہ دیا آپؐ نے فرمایا لوگو! تم سے پہلے لوگ اسی لیے گمراہ ہوئے کہ انہیں اگر کوئی با اثر چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے اور اگر کوئی غریب کمزور چوری کرتا

تو اس کے ہاتھ کاٹ دیتے، خدا کی قسم اگر میری بیٹی فاطمہ بھی چوری کرے تو میں اس کے ہاتھ بھی کاٹ دوں۔

غور کیجئے:۔ سفارش کنندہ صحابی، حبیب رسولؐ اور جن سے سفارش کی جا رہی ہے رحمۃ للعالمین ہیں۔ مگر قانون کی پاسداری کا یہ عالم ہے کہ فرمایا "اگر فاطمہؓ بھی ارتکاب جرم کرے تو معاف نہیں کروں گا"، معلوم ہوا کہ حدود اللہ میں معافی کا اختیار جناب سرور کائناتؐ کو بھی نہ تھا حالانکہ اگر آپ معاف فرما دیتے تو کسی کو اس پر اعتراض کی جرأت نہ ہو سکتی تھی۔ خاص طور پر ایسے موقع پر جبکہ ایک معزز قوم کی خاتون اس جرم میں سزا پانے والی تھی کہاں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام رفیع اور کہاں صدر مملکت، اگر آپ نے حدود اللہ میں کسی کو معاف نہیں فرمایا تو اور کون اس طرح کا اختیار حاصل کر سکتا ہے۔

(۳) حدث انس بن النضر ان الربیع وھی ابنۃ النضر کسرت ثنیۃ جاریۃ فطلبوا الارش وطلبوا العفوا فابوا فاتوا النبی صلی اللہ علیہ وسلم فامرھم بالقصاص، فقال انس بن النضر اُتکسر ثنیۃ الربیع یا رسول اللہ؟ لا والذی بعثك بالحق لاتکسر ثنیتھا، فقال یا انس: کتاب اللہ القصاص فرضی القوم وعفوا، فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان من عباد اللہ لو اُقسم علی اللہ لابرہٗ۔ (۱۸)

ترجمہ:۔ انس بن نضر سے روایت ہے کہ نضر کی بیٹی ربیع نے ایک لڑکی کے دانت توڑ دیئے ملزمہ کے وارثوں نے مجروحہ کے ورثا کو تاوان کی اور معافی کی پیش کش کی مجروحہ کے ورثاء نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ مقدمہ حضورؐ کے سامنے پیش ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قصاص کا حکم دیا۔ ربیع کے بھائی انس نے کہا یا رسول اللہؐ کیا ربیع کے دانت توڑے جائیں گے۔ ہرگز نہیں اُس ذات برحق کی قسم جس نے آپ کو نبی برحق بنا کر بھیجا ہے۔ ربیع کے دانت نہیں ٹوٹیں گے۔ حضورؐ نے فرمایا خدا کی کتاب قصاص کا حکم دیتی ہے (ان الفاظ پر) مدعی راضی ہو گئے۔

اور انہوں نے معاف کر دیا۔ تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا کے بعض بندے ایسے بھی ہیں کہ اگر وہ قسم اٹھا لیں تو اللہ ان کی قسم پوری فرما دیتے ہیں۔

اس حدیث مبارک سے معلوم ہوا کہ اس مقدمہ میں بھی حضورؐ نے قصاص کا فیصلہ فرمایا۔ اور از خود ملزمہ کو معاف نہیں کیا تاوقتیکہ خود مجروحہ کے وارثوں نے معاف نہ کیا اگر حضورؐ خود ہی معاف

کا اعلان فرما دیتے تو مدعیہ یا اُس کے وارث کبھی بھی اعتراض نہ کرتے۔ مگر سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے "قصاص" میں معافی کا حق صرف ورثاء کو دیا جب تک انہوں نے معاف نہیں کیا حضور نے یہی فرمایا کہ اللہ کی کتاب قصاص کا حکم دیتی ہے۔

یہ تھا عدل و انصاف کا وہ اعلیٰ معیار جس سے خوش ہو کر مجروحہ کے ورثاء نے از خود انصاف کر دیا۔ اور تاوان بھی وصول نہ کیا جبکہ موجودہ دور کے وضعی قوانین میں رحم کی اپیل وارثوں کے مشورہ کے بغیر اُن کی رضامندی کو پس پشت ڈال کر منظور کی جاتی ہے۔ اور اس طرح مقتول کے ورثاء بے بس ہو کر آتش انتقام میں جلتے رہتے ہیں اور پھر انہیں جب موقعہ ملتا ہے۔ اس "سرکاری معافی" پانے والے کو موت کے گھاٹ اتار دیتے ہیں۔

دراصل قتل "حقِ خاص" ہے یہ پبلک کیس نہیں کہ حکومتِ وقت اپنی صوابدید کے مطابق اس کے انجام کا فیصلہ کرے۔ مقتول کی جائیداد کے حقدار اُس کے وارث ہوتے ہیں اس طرح اس کے خون کے وارث بھی اس کے اقارب ہی ہوتے ہیں جس طرح جائیداد کی وراثت حکومت کو منتقل نہیں ہوتی اسی طرح مقتول کے خون کی وارث بھی حکومت نہیں بلکہ مقتول کے وارث ہیں حکومت کا کام صرف یہ ہے کہ وہ ظالموں سے مظلوموں کے حقوق بزورِ قوتِ قانون لے کر دے حقوق کی معافی کا اختیار حکومت کو نہیں۔

قصاص کی معافی تو بہت بڑی چیز ہے۔ انفرادی اور شخصی قرض صدرِ مملکت معاف نہیں کر سکتا جب تک قارض (یعنی قرضہ دینے والا) خود نہ معاف کرے۔

(۴) انی لقاعد مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذجاء رجل یقود آخر بنسعة فقال یارسول الله: هذا قتل أخی فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم أقتلته؟ فقال انه لو لم یعترف لأقمت علیه البیّنة، قال نعم قتلتهٗ، قال کیف قتلتهٗ؟ قال کنت انا وهو نختبط من شجرة فسبنی فاغضبنی، فضربته بالفأس علی قرنه فقتلتهٗ، فقال له النبی صلی الله علیه وسلم هل لك من شئ تؤدیه عن نفسك؟ قال مالی الا کسائی وفأسی قال. فتری قومك یشترونك، قال انا اهون علی قومی من ذالك فرمی الیه بنسعته وقال دونك صاحبك فانطلق الرجل فلما ولی، قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان قتله فهو مثله فرجع فقال یارسول الله (صلی اللہ علیہ وسلم)

انه بلغني انك قلت ان قتله فهو مثله، فأخذته بامرك، فقال رسول الله (صلی اللہ علیہ وسلم) اما ترید ان یبوء باثمك واثم صاحبك؟ قال یا نبی الله: لعله قال بلی: قال فان ذالك كذالك قال فرمی بنسعته وخلی سبیله وفی روایة النسائی قال أتعفو؟ قال لا. قال أتاخذ الدیة: قال لا- قال فتقتله قال نعم (۱۹)

ترجمہ:۔ علقمہ بن وائل سے روایت ہے ان کے والد فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص ایک آدمی کو گلے میں رسہ ڈالے ہوئے لایا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص نے میرے بھائی کو قتل کر دیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قاتل سے پوچھا کیا تم نے قتل کیا ہے؟ مدعی کہنے لگا اگر یہ اقرار نہیں کرے گا تو میں گواہ پیش کرونگا تب قاتل نے اقرار کر لیا۔ حضورؐ نے پوچھا تم نے اُسے کیسے قتل کیا؟ قاتل کہنے لگا کہ میں اور مقتول دونوں لکڑیاں کاٹ رہے تھے۔ مقتول نے مجھے گالیاں دیں جس پر مجھے غصہ آگیا اور میں نے اس کے سر پہ کلہاڑا دے مارا اور وہ مر گیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم دیت دے سکتے ہو، قاتل کہنے لگا میرے پاس تو صرف میری چادر اور کلہاڑا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کیا تیری قوم تجھے خرید کر دیت ادا کر سکتی ہے۔ اس نے کہا میری قوم کے ہاں میری کوئی قدر و قیمت نہیں حضورؐ نے رسہ مقتول کے بھائی کی طرف پھینکا اور فرمایا یہ لو قاتل تمہارے حوالے ہے وہ شخص قاتل کو لے کر چل پڑا، تو حضورؐ نے فرمایا اگر اگر یہ اس کو قتل کر دیگا تو یہ بھی اسی جیسا ہوگا (یعنی معاف کرنا بہتر تھا) وہ شخص واپس آگیا اور کہنے لگا کہ یا رسول اللہؐ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپؐ نے فرمایا ہے کہ اگر یہ قتل کرے گا تو اسی جیسا ہوگا۔ جبکہ میں اسے آپؐ کے حکم کے مطابق لیکر گیا تھا۔ حضورؐ نے فرمایا کیا تم یہ چاہتے ہو کہ یہ شخص تمہارے اور تمہارے بھائی کے گناہوں کا بوجھ اٹھائے؟ راوی کہتا ہے کہ شاید اس شخص نے کہا "ہاں"، تب آپؐ نے فرمایا تب تو ٹھیک ہے اُس شخص نے رسہ پھینک دیا اور قاتل کی گلو خلاصی کر دی "، نسائی کی روایت میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کیا تم معاف کرو گے؟ اس نے کہا نہیں، فرمایا کیا دیت لو گے؟ اس نے کہا نہیں، حضورؐ نے فرمایا تو کیا قتل کرو گے کہنے لگا ہاں۔

امام نووی رحؒ نے اس حدیث سے حسب ذیل قواعد مستنبط کیے۔

(۱) مجرم کو باندھ کر عدالت میں پیش کرنا جائز ہے۔ (۲) سربراہ مملکت وارثوں کو دیت

لینے کا مشورہ دے سکتا ہے۔ (۳) معافی کے لیے ورثاء کو سفارش کر سکتا ہے (۴) قصاص لینے کا اختیار مقتول کے وارثوں کو ہے کسی اور کو نہیں (۲۰)

مندرجہ بالا احادیث سے بھی یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار مقتول کے بھائی سے مخاطب ہو کر ملزم کی سفارش کی مگر جب وہ کسی صورت میں بھی راضی نہ ہوا اور قصاص لینے پر مُصر رہا تو حضورؐ نے ملزم کو اس کے حوالے کر دیا۔ حضورؐ کی ذاتی خواہش تھی کہ مقتول کا بھائی مجرم کو معاف کر دے مگر وہ مجرم کو قتل کرنے کیلئے لیکر چل پڑا جب اُسے حضورؐ کی خواہش معلوم ہوئی تو اس نے آپؐ کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے معاف کر دیا، گویا معافی کا حق اُسی کو تھا۔ خود سرورِ کائنات نے سربراہِ مملکت ہونے کی حیثیت سے درحق معافی، کا اختیار اپنے ہاتھ میں نہیں لیا۔

امت مسلمہ کا اجماع ہے (۲۱) کہ قصاص کے سلسلہ میں دی جانے والی کوئی بھی سزا بشمول سزائے موت مقتول یا اس کے ورثاء اور مجروح (اگر معاملہ صرف زخمی کرنے یا مار پیٹ تک محدود ہو) ہی معافی کا اختیار رکھتے ہیں۔ دوسری کسی اتھارٹی کو معافی کا اختیار نہیں۔ چنانچہ اس ضمن میں سب سے پہلے میں دنیا کے سب سے بڑے اسلامی فقہی مکتب فکر کے قانون دانوں کی آراء کا ذکر کروں گا۔

۳۔ فقہاءِ اسلام

حنفیہ :۔ امام زیلعیؒ فرماتے ہیں۔

یجب القصاص عیناً إلا ان یعفو الاولیاء فیسقط القصاص بعفوھم فلا یجب شئی ان کان العفو بلا بدل، وان کان ببدل یجب المشروط بالصلح لا بالقتل (۲۲)

قتل عمد میں صرف قصاص واجب ہے الاّ یہ کہ مقتول کے وارث قاتل کو معاف کر دیں تب قصاص ان کی معافی کی وجہ سے ساقط ہو جائیگا اور کوئی شئ واجب نہ ہوگی۔ اگر معافی بغیر کسی معاوضہ کے ہو، اور اگر معافی کسی معاوضہ پر دی گئی ہو تو جو معاوضہ طے ہوگا وہ واجب الادا ہوگا بطور صلح نہ کہ بسبب قتل،" گویا معافی بغیر معاوضہ کے ہو تب بھی صرف ورثاء کا حق ہے

اگر وہ رقم لے کر معاف کرنا چاہیں تب بھی صرف وارث ہی ایسا کر سکتے ہیں۔ البتہ ایسی معافی کی صورت میں جو رقم ہوگی۔ اسے "مال صلح"، کہا جائیگا۔ دیت نہیں کہا جائیگا۔ اصل نکتہ اس مسئلہ میں یہ ہے کہ دیت کی مقدار متعین ہے۔ نیز دیت تین سالوں میں واجب الادا ہوتی ہے دیت صرف قتل شبہ عمد یا قتل خطا یا جاری مجری الخطا میں ہوتی ہے یا قتل بسبب میں ہوتی ہے۔ قتل عمد میں دیت واجب نہیں بلکہ صرف قصاص یا معافی ہے۔ اب اگر معافی رقم لے کر دی جاتے تو اس کو مالِ صلح کہا جائیگا۔ اور مال صلح فوری واجب الادا ہوتا ہے۔ مالِ صلح دیت کی مقدار سے کم بھی ہو سکتا ہے۔ اور زیادہ بھی مال صلح کا عاقلہ سے کوئی تعلق نہیں۔

محیط برہانی میں ہے ویستحق القصاص من یستحق میراثه علی فرائض اللہ تعالیٰ ولیس لبعض الورثة استیفاء القصاص اذا کانوا کبارًا حتی یجتمعوا ولیس لهم ولا لاحدهم ان یوکل باستیفاء القصاص والقصاص یستحقه المقتول ثم یخلفه وارثه وحق العفو للولی دون غیره (۲۳)

"قاتل سے قصاص لینے کا استحقاق صرف ان لوگوں کو ہے جو مقتول کی وراثت کے مستحق ہوں۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے ان کے حصص مقرر فرما دیئے ہیں۔ بعض وارث قصاص نہیں لے سکتے جب کہ سب کے سب بالغ ہوں جب تک کہ سب جمع نہ ہو جائیں اور نہ ہی کوئی ایک وارث حصولِ قصاص کے لیے کسی کو وکیل بنا سکتا ہے۔ قصاص کا حق صرف مقتول کو ہے۔ اس کے بعد یہ حق اس کے وارثوں کو منتقل ہو جاتا ہے۔ معافی کا اختیار ولی کو ہے (وارث کو) کسی اور کو نہیں۔" یہ حنفیہ کا مؤقف ہے (۲۴)

حنابلہ:۔ حنابلہ کی مشہور اور معتمد کتاب المغنی کے مصنف ابن قدامہ فرماتے ہیں۔

والخیرة فی ذلك الی الولی ان شاء اقتص، وان شاء عفا الی غیر شئ والعفو افضل (۲۵)

"صرف ولی مقتول کو یہ حق ہے کہ وہ چاہے تو قصاص لے چاہے تو دیت لے اور چاہے تو مفت میں معاف کر دے اور معاف کرنا اچھی بات ہے"

مالکیہ:۔ مالکیہ بھی یہی کہتے ہیں "وحق العفو الی اولیاء الدم"، اور معافی کا اختیار خون کے ورثاء کو ہے۔ (۲۶)

شافعیہ:۔ امام شافعیؒ کا بھی یہی موقف ہے۔
من قتل مظلوماً فقد جعلنا لولیہ سلطانا... فکان معلوماً عند اھل العلم ممن خوطب بھذہ الآیۃ ان ولی المقتول من جعلہ اللہ تعالیٰ لہ میراثا منہ ان عفا یسقط القصاص (۲۷)
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے جو ظلماً قتل ہو ہم نے اس کے ولی کو اختیار دیا ہے ....
اہل علم کے ہاں یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ اس آیت میں کس کو مخاطب کیا گیا ہے یعنی مقتول کے وارث کو جسے اللہ تعالیٰ نے اس کی وراثت میں حصہ دار ٹھہرایا ہے۔ اگر وہ معاف کر دے تو قصاص ساقط ہو جائے گا۔

شیعہ:۔ شیعہ اثنا عشریہ کا بھی یہی موقف ہے کہ صرف اولیاء مقتول ہی معاف کر سکتے ہیں (۲۸)

موجودہ صدی کے عظیم ماہر قانونِ اسلامی علامہ عبدالقادر عودہ شہیدؒ اپنی شہرہ آفاق تصنیف التشریع الجنائی الاسلامی میں فرماتے ہیں۔ تجیز الشریعۃ للمجنی علیہ او ولی دمہ ان یعفوا عن عقوبتی القصاص والدیہ دون غیرھما من العقوبات المقررۃ لجرائم القصاص والدیۃ، فلیس لہ ان یعفو عن عقوبۃ الکفارۃ ولا یؤثر عفوہ علی حق ولی الامر فی تعزیر الجانی بعد العفو عنہ، ولیس لولی الامر ان یعفو فی جرائم القصاص والدیّۃ عن عقوبات المقررۃ کالقصاص والکفارۃ ولکن لہ ان یعفوا عن آیۃ عقوبۃ تعزیریّۃ یعاقب بھا الجانی ولہ ان یعفو عن کل عقوبۃ او بعضھا
ترجمہ:۔ "شریعت مطہرہ نے مقتول یا اس کے وارثوں کو یہ اختیار دیا ہے کہ وہ قصاص یا دیّت میں قاتل کو معافی دے دیں البتہ ان کے علاوہ قتل کے مقدمات میں اُنہیں معافی کا اختیار نہیں۔ مثلاً اگر وارث قاتل کو قصاص معاف بھی کر دے تو کفارہ معاف نہیں ہوگا اور نہ ہی وارثوں کی معافی کا اثر حکومت کے اُن اختیارات کو متاثر کریگا۔ جو وہ مجرم کو معاشرتی امن کی بحالی کے لیے بطورِ تعزیر سزا متعین کرے گی اور اسی طرح سربراہ مملکت کو جرائم قتل میں قصاص یا دیت معاف کرنے کا اختیار نہیں البتہ تعزیری جرائم میں اُسے اختیار ہے کہ چاہے ساری سزا یا سزا کا کوئی حصّہ معاف کر دے۔"

قاتل کی گلو خلاصی کا شرعی طریقہ:۔ مندرجہ بالا بحث سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہو گئی کہ قتل عمد میں قصاص سے دستبرداری اور قتل خطاء

میں اور شبہ عمد اور جاری مجری الخطا اور قتل بسبب، میں دیت سے دستبرداری اور مجرم/مجرموں کو جزوی یا کلی معافی دینے کا اختیار صرف اور صرف مقتول، مجروح (جب کہ معاملہ صرف زخمی کرنے کی حد تک ہو) اور ان کے ورثاء کو ہے، یعنی اگر مقتول مرنے سے قبل قصاص سے دستبردار ہو جائے، تو اس پر عمل کیا جائیگا اور اس کی صورت یہ ہوگی کہ کوئی شخص شدید زخمی کر دیا گیا مگر اُس کے ہوش و حواس قائم تھے، اور اس نے بقائمی ہوش وحواس بااختیار اتھارٹی کے سامنے حملہ آوروں کو معاف کر دیا، اب قاتلوں سے قصاص نہیں لیا جائیگا۔ اور اگر کوئی شخص فقط مجروح ہوا مگر بچ گیا، تو معافی کا اختیار صرف مجروح کو ہے وارثوں کو نہیں۔ یہی حکم قتل کی تمام اقسام میں لاگو ہوگا، علاوہ ازیں قاتل/قاتلوں کی گلو خلاصی کے لیے حسب ذیل طریقے اختیار کیے جا سکتے ہیں۔

(۱) تمام وارث دیت لینے پر راضی ہو جائیں یا مفت میں معاف کر دیں۔

(۲) کوئی ایک وارث دیت لینے پر رضامند ہو جائے (قتل عمد میں اسے مال صلح کہا جائیگا)

(۳) کوئی ایک وارث فی سبیل اللہ معاف کر دے باقی اگرچہ نہ معاف کریں۔ اس طرح معاف کرنے والے کا حصہ چھوڑ کر باقی ورثاء کو رقم ادا کر دی جائے گی۔ (۲۹)

اور اگر قاتل مفلوک الحال ہوں۔ اور شبہ عمد کی صورت میں اُن کی عاقلہ بھی دیت کی متحمل نہ ہو سکتی ہو تو انہیں مالِ زکوٰۃ سے ادائیگی دیت / مال صلح کے لیے امداد دی جا سکتی ہے۔ سعودی عرب میں اسی پر عمل ہو رہا ہے۔

بیان کردہ تمام صورتوں کے لیے صدر مملکت، وزیر اعظم، معززین علاقہ، علماء کرام ورثاء کو رضامند کرنے کے لیے سفارش کر سکتے ہیں۔ اور انہیں معافی کے ثواب سے آگاہ کر کے مجرموں کی گلو خلاصی کرا سکتے ہیں۔ لیکن ایسا صرف اُسی صورت میں کرنا چاہیئے جبکہ معاشرے پر اس طرح کے اقدامات سے بہتر اثرات مرتب ہونیکی امید ہو، بصورت دیگر سیاسی دباؤ یا دھونس، دھاندلی سے ڈرا دھمکا کر معافی دلانے کے نتائج نہایت خطرناک ہوتے ہیں، اور اس سے بہتر قصاص ہی ہے تاکہ مجرم کیفر کردار کو پہنچیں اور دوسروں کے لیے سامانِ عبرت ہوں۔

مراجع ومصادر

(۱) البقرۃ: ۲۵۸

(۲) ضیاء القرآن ۱/۱۸۱۔ ابن کثیر ۱/۲۷۵۔ روح المعانی ۲/۱۳۱

(۳) جمہوریہ مصر۔ دفعہ نمبر ۴۷۔ دستور ۱۹۵۵ء

(۴) سوریا۔ دفعہ نمبر ۴۵۹